عبادت و بدعت کا شرعی مفہوم
اور
جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت

از:

فضیلۃ الشیخ

أبي عبد الله محمد بن سعيد رسلان

حفظه الله تعالى

ترجمانی

الطاف الرحمن ابو الکلام سلفی

مراجعہ

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبد الحمید ظفر الحسن حفظہ اللہ

بسم الله الرحمن الرحيم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عبادت و بدعت کا شرعی مفہوم اور جشن میلاد النبی ﷺ کی حقیقت

إن الْحَمْدُ لِلَّهِ نَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاَللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمن سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ. وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إلَهَ إلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

أَمَّا بَعْدُ!

دین اسلام کی عظیم بنیاد دو اصولوں پر قائم ہے

① ”أَلّا يُعْبَدَ إلا اللهُ“. صرف اللہ کی عبادت کی جائے۔

② ”وأَلّا يُعْبَدَ اللهُ إلّا بِمَا شَرَعَ“. اللہ کی عبادت صرف اس طریقے سے کی جائے جو اس نے شریعت میں مقرر کیا ہے۔

پہلا اصول: ”تَجْرِيدُ التَّوْحِيدِ لِلْعَزِيزِ المَجِيدِ“. اللہ عزوجل کے لیے توحید کو خالص کرنا۔

دوسرا اصول: ”تَجْرِيدُ المُتَابَعَةِ لِلمَعْصُومِ ﷺ“. رسول اللہ ﷺ کی پیروی کو خالص کرنا۔

اور کوئی بھی عمل اس وقت تک قبول نہیں ہوتا، جب تک اِن دونوں اصولوں کی تکمیل نہ ہو جائے اور اس عمل میں یہ دونوں شرطیں پوری نہ ہوں:

- کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے۔
- اور اللہ کی عبادت اس طریقے سے کی جائے جو اس نے شریعت میں مقرر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحاً وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَداً﴾ [الكهف:١١٠]
پس جسے بھی اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو ہو، اسے چاہئے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

"﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ﴾ أَيْ ثَوَابَهُ وَجَزَاءَهُ الصَّالِحَ، ﴿فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا﴾، أَيْ مَا كَانَ مُوَافِقًا لِشَرْعِ اللَّهِ، ﴿وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا﴾ وَهُوَ الَّذِي يُرَادُ بِهِ وَجْهُ اللَّهِ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَهَذَانِ رُكْنَا الْعَمَلِ الْمُتَقَبَّلِ، لَا بُدَّ أَنْ يَكُونَ خَالِصًا لِلَّهِ صَوَابًا عَلَى شَرِيعَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ".

جس شخص کو اپنے رب سے ملاقات کی امید ہو یعنی اس کے اجر وثواب کی امید ہو، تو اسے عمل صالح کرنا چاہیے، اور عمل صالح وہ ہے جو اللہ کی شریعت کے موافق ہو، اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔ اور یہ دونوں اعمال، یعنی خالص ہونا اور سنت کے مطابق ہونا، مقبول عمل کی دو بنیادیں ہیں۔ اور یہ ضروری ہے کہ عمل خالص اللہ کے لیے ہو اور رسول اللہ ﷺ کی شریعت کے مطابق ہو۔ [تفسیر ابن کثیر: ط العلمیہ: ۵/ ۱۸۳، سورہ الکھف: ۱۱۰]

اس آیت میں اللہ تعالی نے عمل کے قبول ہونے کی دو شرطیں بیان کی ہیں:

① اخلاص ② اور متابعت

۱ اخلاص کی شرط:

شریعت میں یہ بات طے شدہ ہے کہ اللہ تعالی صرف اسی عمل کو قبول کرتا ہے، جو خالص اس کی رضا کے لیے کیا جائے۔ اس کی دلیل قرآن وسنت میں بکثرت آئی ہوئی ہے:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾[البینہ:۵]

انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں، اسی کے لئے دین کو خالص رکھیں۔

ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَٰكِن يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ﴾[الحج:۳۷]

اللہ تعالیٰ کو قربانیوں کے گوشت نہیں پہنچتے نہ اس کے خون، بلکہ اسے تو تمہارے دل کی پرہیزگاری پہنچتی ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

”إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ، وَإِنَّمَا لِامْرِئٍ مَا نَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ، فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا، أَوِ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا، فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ“۔

اعمال کا مدار نیتوں پر ہے اور ہر آدمی کو اس کی نیت ہی کے مطابق پھل ملے گا، پھر جس شخص نے دنیا کمانے یا کسی عورت سے شادی رچانے کے لیے وطن چھوڑا تو اس کی ہجرت اسی کام کے لیے ہے جس کے لیے اس نے ہجرت کی۔ [صحیح البخاری:۶۶۸۹،صحیح مسلم:۱۹۰۷]

اس حدیث میں نیت کی اہمیت بیان کی گئی ہے کہ ہر عمل کا دارومدار نیت پر ہوتا ہے۔

ایک اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”بَشِّرْ هَذِهِ الْأُمَّةَ بِالسَّنَاءِ، وَالتَّمْكِينِ فِي الْبِلَادِ، وَالنَّصْرِ، وَالرِّفْعَةِ فِي الدِّينِ، وَمَنْ عَمِلَ مِنْهُمْ بِعَمَلِ الْآخِرَةِ لِلدُّنْيَا، فَلَيْسَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ نَصِيبٌ“.

اس امت کو عظمت و رفعت، دین و نصرت اور زمین میں اقتدار کی خوشخبری دے دو، اور جو ان میں سے آخرت کا عمل دنیا کے لئے کرے گا، اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔ [مسند أحمد:۲۱۲۲۴،

ابن حبان: ۴۰۵، مستدرک الحاکم: ۷۸۶۲، وصححہ الألبانی وغیرہ]

یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ جس شخص نے دنیا کے فائدے کے لیے آخرت کا عمل کیا، اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ حدیث قدسی میں فرماتا ہے:

"أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنْ الشِّرْكِ فَمَنْ عَمِلَ لِي عَمَلًا أَشْرَكَ فِيهِ غَيْرِي، فَأَنَا مِنْهُ بَرِيءٌ، وَهُوَ لِلَّذِي أَشْرَكَ".

اللہ عزوجل فرماتا ہے میں دوسرے شریکوں کے مقابلے میں شراکت سے سب سے زیادہ بے نیاز ہوں۔جس نے (بظاہر) میرے لئے عمل کیا اس میں میرے سوا کسی اور کو بھی شریک کر لیا، تو میں اس سے لاتعلق ہو جاتا ہوں اور وہ (عمل) اسی کے لئے ہوتا ہے جس کو اس نے (میرا) شریک بنایا۔ [سنن ابن ماجہ: ۴۲۰۲، وصححہ الألبانی]

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: أَرَأَيْتَ رَجُلًا غَزَا يَلْتَمِسُ الْأَجْرَ وَالذِّكْرَ مَالَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "لَا شَيْءَ لَهُ". فَأَعَادَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، يَقُولُ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "لَا شَيْءَ لَهُ"، ثُمَّ قَالَ: "إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبَلُ مِنَ الْعَمَلِ إِلَّا مَا كَانَ لَهُ خَالِصًا، وَابْتُغِيَ بِهِ وَجْهُهُ".

ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور پوچھا کہ اگر کوئی شخص اللہ کے راستے میں جہاد کرے اور وہ ثواب و شہرت دونوں کا طلب گار ہے، تو اسے کیا ملے گا؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اسے کچھ نہیں ملے گا"۔ اس شخص نے وہی سوال تین دفعہ دہرایا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر دفعہ یہی فرمایا کہ: "اسے کچھ نہیں ملے گا"۔ پھر آپ نے فرمایا کہ: "اللہ تعالیٰ صرف اس عمل کو قبول فرماتا ہے جو خالص اس کے لیے کیا جائے اور صرف اس کی رضامندی

مقصود ہو“۔ [سنن نسائی: ۳۱۴۰، وحسنہ الألبانی]

یہ آیات کریمہ اور احادیثِ مبارکہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ بندے کا عمل اس وقت تک قبول نہیں ہوتا، جب تک وہ خالص اللہ کے لیے نہ انجام دیا گیا ہو۔

② متابعت رسول ﷺ کی شرط:

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے بارے میں قرآن وسنت میں بہت سی آیات اور احادیث موجود ہیں:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾[الحشر:۷]

اور تمہیں جو کچھ رسول دے لے لو، اور جس سے روکے رک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔

ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿مَّن يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾[النساء:۸۰]

اس رسول (ﷺ) کی جو اطاعت کرے اسی نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی۔

اسی طرح ایک اور جگہ فرمایا:

﴿وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾[الأحزاب:۷۱]

اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کرے گا اس نے بڑی مراد پالی۔

نیز رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کا انجام بتلاتے ہوئے فرمایا:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾

[النور:٦٣]

سنو جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیئے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آپڑے یا انہیں دردناک عذاب نہ پہنچے۔

اسی طرح ایک اور جگہ فرمایا:

﴿فَلاَ وَرَبِّكَ لاَ يُؤْمِنُونَ حَتَّىَ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لاَ يَجِدُواْ فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجاً مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُواْ تَسْلِيماً﴾[النساء:٦٥]

سو قسم ہے تیرے پروردگار کی! یہ مومن نہیں ہو سکتے، جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں اور کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں۔

نیز ایک اور جگہ ارشادی باری ہے:

﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾[آل عمران:٣١]

کہہ دیجئے! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو، خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

یہ آیات سید کائنات ﷺ کی اطاعت کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں۔

اور اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

”كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَنْ يَأْبَى قَالَ مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى“.

میری امت کے سب لوگ جنت میں داخل ہوں گے سوائے اس کے جو انکار کرے۔ صحابہ کرام نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! وہ کون ہے جو انکار کرے گا؟ آپ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت

کی وہ جنت میں داخل ہوگااور جس نے میری نافرمانی کی تو یقیناًاس نے انکار کیا۔[صحیح البخاری:۷۲۸۰]

نیز فرمان نبوی ﷺ ہے کہ:

"مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ منه، فَهُوَ رَدٌّ".

جس نے ہمارے اس امر (دین) میں کوئی ایسی نئی بات شروع کی جو اس میں نہیں، تو وہ مردود ہے۔ [صحیح البخاری:۲۶۹۷، وصحیح مسلم:۱۷۱۸]

اور صحیح مسلم کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ:

"مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا، فَهُوَ رَدٌّ".

جس نے ایسا عمل کیا، جس کے متعلق ہمارا حکم نہیں، تو وہ مردود ہے۔[صحیح مسلم:۱۷۱۸]

یہ احادیث واضح کرتی ہیں کہ جو عمل رسول اللہ ﷺ کی شریعت کے مطابق نہ ہو، وہ مردود ہے۔

اسی طرح معلوم ہوا کہ ہمارے پاس دو بنیادی اصول ہیں کہ جن کے مطابق اللہ تبارک وتعالیٰ بندوں کے عمل کو شرف قبولیت بخشتا ہے، اور یہ دونوں اصول قبولیتِ عمل کے لئے شرط ہیں:

1. عمل خالص اللہ کے لیے ہو۔
2. اور وہ عمل سنت کے مطابق ہو۔

○○○○

نبی ﷺ کی اتباع کیسے ممکن ہے؟

شریعت کی مطابقت اور رسول اللہ ﷺ کی پیروی کس طرح مکمل ہو سکتی ہے؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ کی اتباع چھ اوصاف کے بغیر ممکن نہیں ہو سکتی۔

اور یہ چھ اوصاف وہ شرائط ہیں کہ جن کے بغیر کوئی بھی عبادت اللہ کے یہاں مقبول نہیں ہوتی، اگر چہ وہ اخلاص کے ساتھ انجام دی گئی ہو، کیونکہ اخلاص کے ساتھ ساتھ عبادت کا نبی ﷺ کے طریقے کے مطابق ہونا بھی ضروری ہے، اس طور پر کہ اس عبادت میں شریعت کی موافقت کے چھ پہلوؤں میں سے کسی ایک میں بھی کمی نہ ہو۔

یہ چھ اوصاف درج ذیل ہیں:

سبب، جنس، مقدار، کیفیت، زمان، اور مکان۔

اگر کوئی عبادت ان چھ اوصاف کے مطابق ہو تو وہ نبی ﷺ کی پیروی پر مبنی سمجھی جائے گی۔

① عبادت کا سبب شریعت کے مطابق عبادت ہو:

عبادت کا سبب شریعت کے موافق ہونا چاہیے۔ اگر کوئی انسان ایسی عبادت کرتا ہے، جس کا سبب شریعت میں ثابت نہیں، تو وہ عبادت مردود ہے، کیونکہ اس پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم موجود نہیں۔

مثال کے طور پر نبی ﷺ کے میلاد کا جشن منانا، جو کہ شریعت میں ثابت نہیں، یہ سبب کے لحاظ سے غیر موافق ہے۔

② عبادت کا جنس شریعت کے مطابق ہو:

عبادت کا جنس بھی شریعت کے مطابق ہونا چاہیے۔

مثلاً، اگر کوئی مسلمان قربانی میں گھوڑا ذبح کرے تو یہ شریعت کے مطابق نہیں ہوگا، کیونکہ قربانی صرف بھیمۃ الأنعام (اونٹ، گائے، دنبہ اور بھیڑ بکری) کی جنس سے کی جاتی ہے۔ اس لیے یہ عبادت مردود ہوگی۔

③ عبادت کا مقدار شریعت کے مطابق ہو:

عبادت کا مقدار میں بھی شریعت کے موافق ہونا ضروری ہے۔

مثلاً، اگر کوئی شخص ظہر کی نماز چھ رکعت پڑھ لے یا مغرب کی نماز چار رکعت پڑھ لے، تو یہ شریعت کے مطابق نہیں ہوگا اور یہ عمل مردود ہوگا، کیونکہ نبی ﷺ نے اس طریقے سے نماز نہیں پڑھی۔

④ عبادت کی کیفیت شریعت کے مطابق ہو:

اگر کسی شخص نے عبادت کی جنس، سبب اور مقدار شریعت کے مطابق رکھی، لیکن اس کی کیفیت میں کمی یا تبدیلی کی، تو وہ عبادت مقبول نہیں ہوگی۔

مثال کے طور پر اگر کوئی شخص وضو میں پہلے پاؤں دھو لے، پھر سر کا مسح کرے، پھر ہاتھ دھوئے اور آخر میں چہرہ دھوئے، تو اس کا وضو صحیح نہیں ہوگا، کیونکہ وضو میں ترتیب کی شرط پوری نہیں ہوئی۔

اسی طرح، اگر کوئی شخص نماز میں سجدے کو رکوع سے پہلے کر لے، یا تشہد کی جگہ سورہ فاتحہ پڑھے اور سورہ فاتحہ کی جگہ تشہد پڑھے، تو یہ نماز درست نہیں ہوگی۔

⑤ عبادت کا وقت اور زمان کے اعتبار سے شریعت کے مطابق ہونا:

عبادت کی انجام دہی شریعت کی طرف سے مقرر کردہ وقت کے مطابق ہونا بھی ضروری ہے۔

مثلاً، اگر کوئی شخص رمضان کے بجائے شعبان یا شوال میں روزہ رکھے، یا حج کے لیے رمضان

میں جائے، یا نماز ظہر کو زوال سے قبل پڑھے، تو اس کی عبادت مردود ہوگی، کیونکہ یہ شریعت میں مقرر کردہ وقت کے خلاف انجام دی گئی ہے۔

٦ عبادت کا مکان وجگہ کے اعتبار سے شریعت کے مطابق ہونا:

عبادت ادا کرنے کی جگہ کا بھی شریعت کے مطابق ہونا ضروری ہے۔

مثلاً، اگر کوئی شخص عرفات کے دن مزدلفہ میں وقوف کرے، تو یہ صحیح نہیں ہوگا، کیونکہ یہ مقام کے لحاظ سے شریعت کے موافق نہیں ہے۔

معلوم ہوا کہ عبادت میں چھ اوصاف مطلوب ہیں:

اور وہ یہ ہیں: سبب، جنس، مقدار، کیفیت، زمان، اور مکان۔

ان میں سے کسی ایک وصف میں بھی کمی ہوئی، تو عبادت اللہ کے ہاں مقبول نہیں ہوگی۔

لہٰذا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحیح پیروی کے لیے ضروری ہے کہ ان اوصاف کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے کے مطابق انجام دیا جائے۔

یہ سب اتباع کی بنیاد ہیں۔

اور جہاں تک اخلاص کی بات ہے، تو وہ یہ ہے کہ عمل صرف اللہ کے لیے خالص ہو، اور اس میں ریا یا دکھاوا نہ ہو۔

عمل اخلاص اور متابعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خالص اور صحیح ہو تو اللہ کے ہاں مقبول ہوتا ہے۔

اللہ کی شریعت کے خلاف عمل دل کو پاکیزہ اور تزکیہ نہیں کرتا، کیونکہ اس میں وہ تطہیر اور تزکیہ نہیں ہوتا جو اللہ نے ان اعمال میں رکھا ہے جسے اس نے مشروع کیا ہے۔

○○○○

وہ شریعت جسے نبی اکرم ﷺ لے کر آئے

وہ شریعت جو نبی کریم ﷺ لائے، اس میں اللہ رب العالمین کے دیے ہوئے احکام شامل ہیں، کچھ احکام واجب اور لازم ہیں اور کچھ مستحب، اسی طرح کچھ چیزیں اللہ تعالی نے حرام قرار دی ہیں اور کچھ مکروہ ہیں۔

اس شریعت کے احکام اور نواہی پر عمل کرنے سے انسان کی روحانی اور دینی پاکیزگی ہوتی ہے، اس کا دل صاف ہوتا ہے، اس کی زندگی سیدھی راہ پر آتی ہے، اور ذہنی اور قلبی پریشانیاں اور وسوسے دور ہو جاتے ہیں۔ اس کی زندگی صراطِ مستقیم پر استوار ہوتی ہے۔

کیوں؟ کیونکہ اللہ رب العالمین نے جو عبادات مقرر کی ہیں ان میں تزکیہ اور پاکیزگی کا جوہر موجود ہے۔ لیکن جو عبادات انسان خود ایجاد کرتا ہے، ان میں یہ تزکیہ اور پاکیزگی کا جوہر موجود نہیں ہوتا۔

مثال کے طور پر جیسے اللہ رب العالمین نے مختلف غذائی اجزاء کو جسم کی نشو ونما کے لیے پیدا کیا ہے، جیسے اناج، پھل اور گوشت، اور ان کے کھانے سے جسم کو قوت اور طاقت ملتی ہے، اگر کوئی شخص ان غذائی اجزاء کو چھوڑ کر لکڑی، بھوسا، ہڈیاں یا گھاس کھانے لگے، تو اس کا جسم کمزور ہو کر ہلاک ہو جائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالی نے ان اشیاء کو جسم کی غذا کے لیے نہیں بنایا۔

اسی طرح اگر کوئی انسان بدعت پر عمل کرتا ہے تو یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی لکڑی یا مٹی کھا کر جسم کو غذا دینے کی کوشش کرے۔ بدعت پر عمل کرنا ایسا ہی ہے جیسے جسم کو ان چیزوں سے غذا دینا جو غذائیت سے خالی ہیں۔

اس لیے بدعت پر عمل کرنے سے روح کی پاکیزگی اور تزکیہ نہیں ہوتا، کیونکہ اللہ نے ان میں تطہیر کا ذریعہ نہیں بنایا۔

چنانچہ جو شخص بدعت سے اپنی روح کو پاک کرنا چاہتا ہے، وہ صرف نقصان اور ہلاکت میں اضافہ کرتا ہے۔

ہر عمل جو اللہ کے قریب ہونے اور کامیابی حاصل کرنے کے لیے انجام دیا جاتا ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ خالص اللہ کے لیے ہو اور اس کا طریقہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کے مطابق ہو۔

یعنی عمل اپنے جنس، سبب، مقدار، کیفیت، وقت اور جگہ کے لحاظ سے شریعت کے مطابق ہو۔

تب ہی روح پاکیزہ ہوتی ہے، نفس کی اصلاح ہوتی ہے، زندگی درست ہوتی ہے، اور وہ راستہ ملتا ہے جو اللہ کی رضا اور جنت تک لے جاتا ہے۔

ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں جنت الفردوس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جمع فرمائے۔

○○○○

عبادت میں اصل حکم منع ہے
جب تک کہ دلیل نہ آجائے

شرعی عبادتوں کے بارے میں ایک اہم اصول یہ ہے کہ ”عبادت کی نیت سے کوئی عمل کرنا اصلاً ممنوع ہے، جب تک کہ اس کے کرنے کی کوئی دلیل یا نص موجود نہ ہو“۔عبادتیں صرف وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے مشروع کی ہیں۔

جبکہ دوسرا قاعدہ ہے کہ: ”غیر عبادت کے سلسلے میں اصل حکم جواز کا ہے، جب تک کہ اس کے منع کی کوئی دلیل نہ ہو“۔

یہ ایک اہم قاعدہ ہے کہ عبادت میں اصل منع ہے، جب تک کہ اس کے کرنے کی کوئی دلیل یا نص نہ ہو، یعنی عبادات توقیفی ہوتی ہیں، اور وہ صرف وہی ہیں جو اللہ رب العالمین نے اپنے نبی ﷺ کے ذریعے مشروع کی ہیں۔غیر عبادت میں اصل جواز اور حلّت ہے جب تک کہ کوئی دلیل اسے منع نہ کرے۔

○ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أَمۡ لَهُمۡ شُرَكَٰٓؤُاْ شَرَعُواْ لَهُم مِّنَ ٱلدِّينِ مَا لَمۡ يَأۡذَنۢ بِهِ ٱللَّهُۚ﴾[الشوریٰ:۲۱]

کیا ان لوگوں نے ایسے (اللہ کے) شریک (مقرر کر رکھے) ہیں جنہوں نے ایسے احکام دین مقرر کر دیئے ہیں جو اللہ کے فرمائے ہوئے نہیں ہیں۔

○ اسی طرح نبی ﷺ کا فرمان ہے:

"مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ".

جس نے ایسا عمل کیا، جس کے متعلق ہمارا حکم نہیں، تو وہ مردود ہے۔[صحیح مسلم:۱۷۱۸]

○ علماء کا اجماع ہے کہ عبادت وہ ہے جس کے کرنے کا اللہ یا اس کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہو، چاہے وہ واجب ہو یا مستحب۔ عبادتوں میں اصل ممانعت ہے، جب تک کہ کوئی نص موجود نہ ہو۔ اور عبادتوں کے علاوہ میں اصل جواز ہے، جب تک کہ کوئی نص اسے منع نہ کرے۔

○ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الأَرْضِ جَمِيعاً﴾ [البقرة:٢٩]

وہ اللہ جس نے تمہارے لئے زمین کی تمام چیزوں کو پیدا کیا۔

○ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللهِ الَّتِيَ أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالْطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ﴾ [الأعراف:٣٢]

آپ فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے اسباب زینت کو، جن کو اس نے اپنے بندوں کے واسطے بنایا ہے اور کھانے پینے کی حلال چیزوں کو کس شخص نے حرام کیا ہے؟

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ تم زمین کی تمام چیزوں سے فائدہ اٹھا سکتے ہو، جب تک کہ کوئی نص انہیں حرام نہ کرے۔

یعنی عبادتوں کے برعکس، تمام چیزیں اصل میں حلال ہیں، جب تک کہ کوئی دلیل اسے ممنوع اور حرام نہ کرے۔ چنانچہ ہر عبادت، خواہ واجب ہو یا مستحب، جس کا اللہ یا اس کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہو، وہی عبادت ہے۔ اور جس نے کوئی ایسی عبادت یا عمل ایجاد کیا جس کا کتاب وسنت میں کوئی حکم نہیں، تو وہ بدعت ایجاد کر رہا ہے، اور یہ مردود ہے۔

جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: "مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ".

جس نے ایسا عمل کیا، جس کے متعلق ہمارا حکم نہیں، تو وہ مردود ہے۔ [صحیح مسلم:١٧١٨]

○○○○

بدعات دو قسم کی ہیں

﴿1﴾ پہلی قسم یہ ہے کہ ایسی عبادت ایجاد کی جائے، جس کی شریعت میں کوئی اصل نہ ہو۔ اسے 'بدعتِ اصلیہ' کہتے ہیں۔ جیسے رہبانیت (ترکِ دنیا) وغیرہ۔

یہ بدعات کی پہلی قسم ہے کہ بدعتی شخص ایسی بدعت رائج کرتا ہے، جس کی نوعیت کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بالکل مشروع نہیں کیا۔

﴿2﴾ دوسری قسم یہ ہے کہ اصل عبادت تو مشروع ہو، لیکن اس کے کسی وصف یا پہلو میں تبدیلی کی جائے، جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے مقرر کیا ہو۔ اسے 'بدعتِ اضافیہ' کہتے ہیں۔

یعنی عبادت کی اصل تو شریعت میں موجود ہو، لیکن اس کے چھ اوصاف میں سے کسی ایک کو بدل دیا جائے۔ اس صورت میں عبادت اپنی اصل کے اعتبار سے مشروع ہوتی ہے، لیکن اس کے کسی وصف میں تبدیلی کر دی جاتی ہے، اور وہ نبی ﷺ کے لائے ہوئے طریقے پر نہیں رہتی۔

❑ بدعتِ اصلیہ یعنی اس بدعت کی مثال جس کی شریعت میں کوئی اصل نہ ہو:

مثال کے طور پر، جو بدعت لوگوں نے اس مہینے میں میلاد النبی ﷺ کے حوالے سے ایجاد کی ہے، یعنی نبی ﷺ کے میلاد کے جشن کا انعقاد۔ یہ عمل نہ قرآن میں موجود ہے، نہ سنت میں، نہ صحابہ کرام کے عمل میں، نہ تابعین اور نہ ہی تبع تابعین کے عمل میں، یعنی نہ ہی تمام قرون مفضلہ میں، اور ان میں کہیں بھی نبی ﷺ کے میلاد کا جشن منانا نہیں پایا جاتا۔

یہ بدعت چوتھی صدی ہجری میں ظاہر ہوئی، اور اس کو عبیدی شیعہ فرقے نے ایجاد کیا، جو کہ جھوٹ اور غلط دعویٰ کرتے ہوئے فاطمہ الزہرا کے نام سے نسبت رکھتے تھے اور اپنے آپ کو فاطمی کہتے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے سب سے پہلے دین میں اس عمل کو داخل کیا، اور پھر لوگوں نے

اس بدعت کو اپنایا، کیونکہ اس کو ایک جذباتی اور محبت پر مبنی شکل دی گئی۔ کہا گیا کہ یہ عمل نبی ﷺ کی محبت کے اظہار کے لیے ہے۔ کیا کوئی مسلمان ایسا ہے جو نبی ﷺ سے محبت نہ کرتا ہو؟

حقیقت میں نبی ﷺ سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے ساتھ ادب سے پیش آیا جائے اور ان کی شریعت میں کوئی ایسی چیز داخل نہ کی جائے جو اس کا حصہ نہ ہو۔ جیسے نبی ﷺ کے میلا کا جشن منانا۔

اب سوال یہ ہے کہ: کیا نبی ﷺ کے میلاد کے جشن کے بارے میں نبی ﷺ جانتے تھے کہ یہ اللہ کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ ہے یا نہیں؟

اگر وہ جانتے تھے اور پھر بھی اسے مشروع نہ کیا، تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اپنے رب کا پیغام مکمل نہیں پہنچایا؟ بھلا کوئی مسلمان نبی ﷺ پر ایسا الزام لگا سکتا ہے؟!

اور اگر وہ نہیں جانتے تھے تو یہ بڑا عجیب ہوگا، کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ لوگوں کو وہ علم حاصل ہوا جو نبی ﷺ کو حاصل نہ ہو سکا! اور یہ انتہائی خطرناک بات ہے۔

یہ سب اس صورت میں ہے جب اس بدعت میں مزید کوئی حرام چیز شامل نہ ہو۔ لیکن جب اس میں دیگر حرام کام بھی شامل ہوں، جیسے مردوں اور عورتوں کا اختلاط، بدعتی اذکار جن میں رقص و سرود اور جنون کی حرکات شامل ہوں، اور ایسی کہانیاں بیان کی جائیں جن میں عقیدے کی صریح خلاف ورزی ہو، تو پھر یہ بدعت مزید ناپسندیدہ اور گمراہ کن ہو جاتی ہے۔

یہ بدعت "بدعت اصلیہ" کہلاتی ہے کیونکہ اس کی کوئی بنیاد شریعت میں نہیں ہے۔

❑ بدعتِ اضافیہ اور اس کی مثال:

دوسری قسم کی بدعت "بدعت اضافیہ" کہلاتی ہے، جب شریعت میں کسی عبادت کی اصل موجود ہو اور پھر اس میں کوئی تبدیلی کی جائے، جیسے اذکار میں اضافہ یا کمی۔

مثال کے طور پر، نبی ﷺ نے اذان سننے والے کو یہ تعلیم دی ہے کہ جب تم مؤذن کو سنو تو ویسا

ہی کہو جیسا کہ وہ کہتا ہے، پھر مجھ پر درود بھیجو، تو تمہیں قیامت کے دن شفاعت کی امید ہو گی۔

یہ درود مؤذن کے لیے ہے یا سننے والے کے لیے؟

علماء کا کہنا ہے کہ یہ سننے والے کے لیے ہے۔

اگر کوئی مؤذن اذان کے بعد بلند آواز میں درود پڑھتا ہے تو یہ عمل شریعت میں مشروع نہیں۔ اور اگر کوئی ان سے کہے کہ یہ دین میں مشروع نہیں ہے، تو وہ جواب دیتے ہیں کہ تم نبی ﷺ سے محبت نہیں رکھتے۔ درحقیقت، درود شریف پڑھنا مشروع عمل ہے، لیکن اس کا مخصوص طریقہ مقرر ہے، اور اگر اس طریقہ کو بدل دیا جائے تو یہ "بدعتِ اضافیہ" ہو گی۔

* تمام عادات، جیسے کھانا پینا، لباس پہننا، روزمرہ کے کام، اور معاملات میں اصل جواز ہے، جب تک کہ کوئی دلیل ان کو ممنوع نہ کرے۔

اگر کوئی شخص ان چیزوں کو حرام قرار دیتا ہے جنہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حلال کیا ہے، تو وہ بدعتی ہے، جیسے کہ مشرکین نے بعض جانوروں کو حرام قرار دیا۔

اسی طرح، اگر کوئی ناپسندیدہ طریقے سے یہ دعویٰ کرتا ہے کہ کچھ لباس یا نئی ایجادات بدعت اور حرام ہیں، جیسے آنکھوں کا چشمہ لگانا، جدید آلات جیسے مائیکروفون استعمال کرنا، وغیرہ، کیونکہ یہ چیزیں نبی ﷺ کے دور میں موجود نہیں تھیں، تو ایسی باتیں غلط ہیں۔ اصل میں یہ چیزیں جائز ہیں جب تک کہ ان کے حرام ہونے پر کوئی شرعی دلیل موجود نہ ہو۔

پرانے زمانے میں مسجد الحرام میں جب لاؤڈ اسپیکر نصب کیے گئے، تو کچھ علماء نے اسے بدعت قرار دیا، جبکہ حقیقت میں یہ صرف سہولت کے لیے تھا، جیسے چشمہ لگانے سے دیکھنے میں آسانی ہوتی ہے، ویسے ہی لاؤڈ اسپیکر سے آواز سننے میں آسانی ہوتی ہے۔

ایسی چیزوں کے متعلق اصل حکم جواز کا ہے، جب تک کوئی دلیل اسے منع نہ کرے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص ٹرین یا ہوائی جہاز کا سفر بدعت قرار دیتا ہے، تو یہ درست نہیں ہو گا۔

یہ سب چیزیں جائز ہیں، جب تک کوئی شرعی دلیل انہیں حرام نہ کرے ۔حرام چیزیں وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے خبیث اور نقصان دہ قرار دی ہیں ۔

اگر آپ حرام چیزوں کا جائزہ لیں تو آپ دیکھیں گے کہ وہ مختلف قسم کی خرابیوں اور نقصانات پر مشتمل ہیں ۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ہم سے یہ مطالبہ نہیں کیا کہ ہم اس کی عبادت اپنے من پسند طریقے سے کریں، اور نہ ہی ہمیں اس بات کی آزادی دی کہ ہم اپنے منتخب کردہ طریقوں سے اللہ کی عبادت کریں ۔اللہ نے ہمیں اپنی عبادت کے طریقے اور طریقہ کار خود منتخب کرنے کی آزادی نہیں دی، بلکہ ہم سے یہ مطالبہ کیا کہ ہم اس کی عبادت اسی طریقے سے کریں جس کا اس نے حکم دیا ہے، اور جس طریقے سے وہ چاہتا ہے، جس مقدار، وقت اور جگہ میں وہ چاہتا ہے، جیسا کہ اس نے اپنی کتاب میں اور اپنے رسول ﷺ کی زبان سے وضاحت فرمائی ہے ۔اس لیے انسان کے لیے یہ گنجائش نہیں کہ وہ خود سے ایسی عبادتیں ایجاد کرے جن کا اللہ تعالی نے حکم نہیں دیا۔

نبی ﷺ کی سنت جس طرح عمل کے ذریعے ہوتی ہے اسی طرح ترک کے ذریعے بھی ہوتی ہے ۔ یہاں جو ترک مراد ہے وہ ”ترک وجودی“ ہے، یعنی: کوئی چیز نبی ﷺ کے زمانے میں موجود ہو، اور اس کے کرنے کا داعیہ اور سبب بھی موجود ہو، اور اس کے کرنے سے کوئی مانع بھی نہ ہو، پھر بھی نبی ﷺ اس عمل کو چھوڑ دیں ۔ایسی صورت میں، اس عمل کا چھوڑنا سنت ہے اور اس کا کرنا بدعت ہے ۔

مثلاً: نبی ﷺ نے عیدین کے لیے اذان کا حکم نہیں دیا، ہر نماز کے لیے غسل کرنے کا حکم نہیں دیا، اپنے میلاد کے لیے جشن منانے کا حکم نہیں دیا، تراویح کے لیے اذان نہیں دی، نصف شعبان کی رات کو خاص عبادتیں نہیں انجام دیں، اور فوت شدہ افراد کے لیے قرآن کی تلاوت نہیں کی۔ یہ سب چیزیں نبی ﷺ کے زمانے میں بغیر کسی رکاوٹ کے ممکن تھیں، لیکن نبی ﷺ

نے انہیں نہیں کیا، حالانکہ اس وقت احکام کا نزول ہو رہا تھا اور شریعت کا بیان ہو رہا تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان چیزوں کو چھوڑنا سنت ہے، اور ان کا کرنا بدعت ہے۔

اگر یہ اعمال مشروع ہوتے اور ان میں کوئی خیر یا بھلائی ہوتی، تو نبی ﷺ انہیں ضرور کرتے۔ نبی ﷺ کا ان چیزوں کو نہ کرنا اور ان کو ہمیشہ ترک کئے رہنا، جبکہ کرنے کے اسباب اور داعیے موجود ہوں اور کوئی مانع نہ ہو، اس بات کا ثبوت ہے کہ ان اعمال کو چھوڑنا ہی سنت ہے اور ان کا کرنا خلافِ شریعت ہے۔

قبولیت اعمال کے شرائط کا جاننا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے

عمل کو اللہ کے قریب کرنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ خالص اللہ کے لیے ہو اور نبی ﷺ کے طریقے کے مطابق ہو۔ اس اصول کی اہمیت کو جاننا ہر اس مسلمان کے لیے ضروری ہے جو رسول اللہ ﷺ کی سنت پر چلنا چاہتا ہے، تاکہ وہ سنت اور بدعت کے درمیان فرق کر سکے۔

یہ اصول، جسے ''سنت ترکیہ'' کہا جاتا ہے، بہت اہم ہے۔ یہ اس بات کو واضح کرتا ہے کہ نبی ﷺ نے جس عمل کو اسباب کے باوجود ترک کیا، اس کا کرنا بدعت ہے۔
یہ کیسے ممکن ہے کہ نبی ﷺ، جو کہ مؤمنین کے لیے سراپا رحمت ہیں، کسی ایسے عمل کو چھوڑ دیں جس میں امت کے لیے بھلائی ہو؟
اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے متعلق فرمایا کہ: ﴿بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ [التوبة: ۱۲۸]
رسول اللہ ﷺ ایمان والوں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔
اس کے باوجود کیا یہ ممکن ہے کہ نبی ﷺ نے ایسے عمل کو دیکھا ہو جس میں امت کے لئے رحمت ہو، اور پھر بھی اسے اپنی پوری زندگی میں ایک بار بھی نہ کیا ہو؟
مثال کے طور پر، لوگوں کا کسی فوت شدہ کے لیے جمع ہونا، اور اس موقع پر مخصوص رسومات انجام دینا، جیسے سورۂ اخلاص کو ہزار یا ایک لاکھ مرتبہ پڑھنا اور اس کا ثواب میت کو بخشنا۔ کہا جاتا ہے کہ اس سے میت کی گردن آگ سے آزاد ہو جائے گی۔
حالانکہ نبی ﷺ اسی مقصد کے لیے بھیجے گئے تھے کہ لوگوں کو جہنم سے بچایا جائے، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اللہ کی توحید کو قبول کریں اور اس کی کما حقہ عبادت کریں تاکہ نجات حاصل کر

سکیں۔

آخر نبی ﷺ کو کیا چیز روکتی تھی کہ وہ اپنے صحابہ کو جمع کر کے مرنے والے کے لیے سورہ اخلاص کی تلاوت کا حکم نہ دیں؟

یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ نبی ﷺ کو کیا چیز منع کرتی تھی کہ وہ اپنے صحابہ میں سے بعض کو، جب کسی صحابی کی وفات ہوتی، یہ نہ کہتے کہ وہ جمع ہوں، سورہ اخلاص کی تلاوت کریں اور اس کا ثواب میت کو ہبہ کریں؟ آخر کیا چیز تھی جو انہیں روکتی تھی؟

اس کا جواب ہے: کچھ بھی نہیں۔

یعنی کوئی ایسی چیز نہیں تھی جو اس عمل کو روکنے والی ہوتی۔ اور اس وقت ایسی کوئی رکاوٹ بھی نہیں تھی، جبکہ عمل کا داعیہ اور سبب موجود تھا، یعنی میت کو آگ سے نجات دلانے کا مقصد۔ اور یہ زمانہ وہ تھا جب نبی ﷺ کے قلب مبارک پر احکام شرعیہ نازل ہو رہے تھے۔ اس کے باوجود نبی ﷺ نے یہ عمل نہیں کیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ اس عمل کو چھوڑنا سنت ہے اور اس کا کرنا بدعت ہے۔

○○○○

ساری بدعتیں گمراہی ہیں
کوئی بدعت بدعتِ حسنہ نہیں

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ بہت سی بدعتیں ''بدعتِ حسنہ'' ہیں جنہیں علماء نے قبول کیا اور مسلمان آج تک ان پر عمل پیرا ہیں۔ جیسے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو تراویح کی نماز میں ایک امام کے پیچھے جمع کیا، حالانکہ نبی ﷺ، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور خود عمر فارق رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے ابتدائی دور میں ایسا نہیں کیا تھا؟!

❑ **جواب:**

اس اعتراض کا پہلا جواب یہ ہے کہ صحیح بخاری و مسلم میں اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک رات رمضان میں مسجد میں نماز پڑھی اور کچھ لوگ آپ کے ساتھ شامل ہو گئے، اگلی رات لوگوں کی تعداد زیادہ ہوگئی اور وہ پھر آپ ﷺ کے ساتھ نماز میں شریک ہوئے، تیسری رات مسجد میں لوگوں کی تعداد اور زیادہ ہوگئی۔ چوتھی رات مسجد بھر گئی لیکن نبی ﷺ باہر نہیں آئے، اور وہ لوگ مسجد میں آپ ﷺ کا انتظار کرتے رہے یہاں تک کہ فجر کی نماز کے لیے آپ ﷺ تشریف لائے۔ جب آپ ﷺ نے فجر کی نماز پڑھا دی، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّهُ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ مَكَانُكُمْ وَلَكِنِّي خَشِيتُ أَنْ تُفْتَرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوا عَنْهَا'' فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَالْأَمْرُ عَلَى ذَلِكَ''.

مجھے تمہاری موجودگی کا علم تھا، لیکن میں اس ڈر سے باہر نہیں آیا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے اور تم اس کو ادا کرنے سے عاجز ہو جاؤ۔ [صحیح بخاری: ۹۲۴، ومسلم: ۷۶۱]

اور پھر نبی ﷺ کا انتقال اسی حالت میں ہوا، یعنی دوبارہ آپ ﷺ نے یہ نماز باجماعت نماز نہیں پڑھائی۔

یہاں اگرچہ عمل کا سبب اور داعیہ موجود تھا، لیکن ایک مانع بھی موجود تھا۔ نبی ﷺ کو یہ خدشہ تھا کہ کہیں یہ نماز مسلمانوں پر فرض نہ ہو جائے۔ لہٰذا جب مانع زائل ہو گیا، تو اصل حکم کی طرف رجوع کیا گیا۔ اس معاملے میں ترک کو "سنت ترک" کہنا درست نہیں ہو گا، کیونکہ یہاں ایک مانع تھا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کے لیے لوگوں کو ایک امام کے پیچھے جمع کیا، کیونکہ اب وہ مانع اور خطرہ زائل ہو چکا تھا کہ یہ نماز مسلمانوں پر فرض کر دی جائے گی۔

صحیح بخاری میں عبد الرحمٰن بن عبد القاری کی روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک رات مسجد میں دیکھا کہ لوگ مختلف گروہوں میں تراویح پڑھ رہے ہیں، تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

"إِنِّي أَرَى لَوْ جَمَعْتُ هَؤُلَاءِ عَلَى قَارِئٍ وَاحِدٍ، لَكَانَ أَمْثَلَ".

اگر میں انہیں ایک قاری کے پیچھے جمع کر دوں تو بہتر ہو گا۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے جمع کیا۔ اگلی رات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ دیکھا کہ لوگ ایک قاری کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں، تو فرمایا:

"نِعْمَ الْبِدْعَةُ هَذِهِ". یہ کتنی اچھی بدعت ہے۔

لیکن جس وقت یہ لوگ سوتے ہیں، وہ وقت بہتر ہے (یعنی رات کے آخری حصے میں نماز پڑھنا بہتر ہے)۔ [صحیح بخاری: ۲۰۱۰]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس عمل کو نبی ﷺ کی سنت کی بنیاد پر اختیار کیا، کیونکہ نبی ﷺ نے لوگوں کو تراویح میں اپنے پیچھے نماز پڑھنے سے منع نہیں کیا تھا، بلکہ ان پر تراویح فرض ہونے کے ڈر سے یہ عمل چھوڑا تھا۔ جب نبی ﷺ کا انتقال ہو گیا، تو یہ خوف بھی ختم ہو گیا کہ یہ نماز فرض ہو سکتی ہے۔

اس کے بعد سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بھی اس عمل کو اختیار نہیں کیا گیا، کیونکہ

وہ رِدَّہ (ارتداد) کے فتنے اور دیگر جنگوں میں مصروف تھے۔ اور ان کے بعد جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت مستحکم ہوئی، تو انہوں نے نبی ﷺ کی سنت کی پیروی میں لوگوں کو ایک امام کے پیچھے جمع کیا۔

لہٰذا جب عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"نِعْمَ الْبِدْعَةُ هَذِهِ". یہ کتنی اچھی بدعت ہے۔

تو وہ اس کو نبی ﷺ کی سنت کے مطابق قرار دے رہے تھے، نہ کہ اس سے کوئی نئی بدعت مراد تھی۔

اور نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

"عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي، وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ، عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ ومحدثاتِ الْأُمُورَ".

تم میری سنت اور میرے بعد خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی سے تھام لو، اور اسے ڈاڑھ کے دانت سے مضبوطی سے تھام لو، اور خبردار! دین میں نئی چیزیں ایجاد کرنے سے بچو۔

❑ دوسرا جواب:

اور اس اعتراض کا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ (تراویح باجماعت پڑھنا) مشروع (یعنی سنت اور مستحب) ہے تو اسے بدعت کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟

اس سے مراد یہ ہے کہ جس نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

"إِنِّي أخشى أنْ تُفْرَضَ عليكم".

مجھے خوف ہے کہ تم پر (تراویح) فرض نہ کردی جائے۔

وہی نبی ﷺ یہ بھی فرماتے ہیں کہ: "كُلُّ بِدعةٍ ضَلَالَةٌ"، ہر بدعت گمراہی ہے۔

معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے۔

نبی ﷺ نے تراویح کو سنت کے طور پر قائم کیا تھا، مگر اس پر عمل نہ کرنے کی وجہ بھی خود نبی ﷺ نے واضح کر دی کہ انہیں یہ خوف تھا کہیں اسے فرض نہ کر دیا جائے۔ جب وہ مانع ختم ہوگیا، تو ہم اسی اصل کی طرف لوٹتے ہیں جو نبی ﷺ نے ہمارے لیے قائم کیا تھا۔

جب عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”نِعْمَ الْبِدْعَةُ هَذِهِ“. یہ کتنی اچھی بدعت ہے، تو ان کا مطلب یہ تھا کہ یہ عمل نبی ﷺ کے دور میں عام نہیں تھا، اور نہ ہی ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایسا ہوا، لہٰذا یہاں ”بدعت“ لغوی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ لغوی طور پر بدعت ہر اُس نئے عمل کو کہا جاتا ہے جس کی پہلے کوئی مثال نہ ہو، جبکہ شرعی بدعت وہ ہے جس پر قرآن یا سنت میں کوئی دلیل نہ ہو۔

چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ کا قول لغوی بدعت کے عموم کی طرف اشارہ کرتا ہے، اور لغوی بدعت کا معنی شرعی بدعت سے زیادہ وسیع ہے۔

علامہ ابن رجب رحمہ اللہ نے فرمایا:

”وَأَمَّا مَا وَقَعَ فِي كَلَامِ السَّلَفِ مِنَ اسْتِحْسَانِ بَعْضِ الْبِدَعِ، فَإِنَّمَا ذَلِكَ فِي الْبِدَعِ اللُّغَوِيَّةِ لَا الشَّرْعِيَّةِ“.

سلف صالحین کے کلام میں بعض بدعتوں کی تحسین کا جو ذکر آیا ہے، تو اس سے مراد دراصل لغوی بدعتیں ہیں نہ کہ شرعی بدعتیں۔ [جامع العلوم والحکم- ت الأرنؤوط: ۲/ ۱۲۸]

”لغوی بدعات“ کا مطلب ہے کہ یہ بدعتیں صرف لغوی معنی میں ہیں، شرعی معنی میں نہیں۔

○○○○

مصالح مرسلہ کا مفہوم
اور میلاد کو اس میں شامل کرنے والوں کا رد

بعض بدعتیں ان ''مصالح مرسلہ'' سے مشابہت رکھتی ہیں جنہیں علماء تسلیم کرتے ہیں، مگر ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ مصلحت مرسلہ ایک ایسی مصلحت ہوتی ہے جو شریعت کے مقاصد سے ہم آہنگ ہو، جس کے بارے میں کوئی خاص دلیل نہ آئی ہو، نہ اسے رد کرنے کی، نہ اسے قبول کرنے کی، اس لیے اسے ''مرسلہ'' کہا جاتا ہے، یعنی یہ نہ مسترد ہے نہ ثابت، بلکہ کھلی ہوئی ہے۔

مثال کے طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ کی وفات کے بعد قرآن کریم کو جمع کیا۔ یہ بدعت نہیں تھی، بلکہ یہ مصالحِ مرسلہ کے زمرے میں آتی ہے۔

اب اگر کوئی کہے کہ نبی ﷺ کے یومِ پیدائش کو منانے سے آپ ﷺ کی سیرت کا ذکر اور اللہ کا ذکر ہوتا ہے، پھر بھی آپ لوگ ہمیں منع کرتے ہیں؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ کا ذکر اور نبی ﷺ کی سیرت کو جاننا یقیناً بہترین عبادتوں میں سے ہے، اور اس کی ترغیب دی جاتی ہے، مگر نزاع کا مقام یہ ہے کہ ایک خاص دن کو اس مقصد کے لیے مقرر کرنا اور اس کے ساتھ نئی بدعات کو شامل کرنا درست نہیں۔

○○○○

کافر ابولہب کا عمل
اور جاہل بدعتیوں کا استدلال

کچھ لوگ ابن جزری کی روایت کا حوالہ دیتے ہیں کہ:

”رُئِيَ أَبُو لَهَبٍ فِي المَنَامِ، فَقِيلَ لَهُ: كَيْفَ حَالُكَ؟ قَالَ: فِي النَّارِ، وَلَكِنَّهُ يُخَفَّفُ عَنْهُ كُلَّ لَيْلَةِ اثْنَيْنِ؛ لِأَنَّهُ فَرِحَ بِمَوْلِدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَأَعْتَقَ جَارِيَتَهُ ثُوَيْبَةَ“.

ابولہب کو خواب میں دیکھا گیا اور اس سے پوچھا گیا کہ تمہارا حال کیسا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں جہنم میں ہوں، مگر ہر پیر کی رات میرے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے، کیونکہ میں نے نبی ﷺ کی پیدائش کی خوشی میں اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔

چنانچہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ جب کافر ابولہب کو نبی ﷺ کی پیدائش پر خوشی منانے سے فائدہ ہوا، تو ایک مسلمان جو ہر سال نبی ﷺ کی پیدائش کا جشن مناتا ہے، اسے کیوں فائدہ نہ ہوگا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دلیل مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور اور بے وزن ہے۔ خواب دیکھنے والا مجہول ہے، اور جس سے متعلق خواب میں یہ کہا گیا ہے، وہ کافر ہے! تو اس کی کوئی سند کیسے ہو سکتی ہے؟

اور کب سے خوابوں کو شرعی دلیل کے طور پر تسلیم کیا جانے لگا؟

نیز، ابولہب کی یہ فطری خوشی تھی، کیونکہ اس کے بھائی کو بیٹا پیدا ہوا تھا، یہ کوئی ایمانی خوشی نہیں تھی۔ اور ابولہب نے نبی ﷺ کی بعثت پر خوشی نہیں منائی، بلکہ ان کے خلاف شدید مخالفت کی اور انہیں ایذا پہنچائی۔

○○○○

سوموار کو روزہ رکھنا سنت ہے، میلاد منانا نہیں

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ پیر کے دن روزہ رکھتے تھے اور جب ان سے پوچھا گیا، تو انہوں نے فرمایا:

"ذاكَ يَوْمٌ وُلِدْتُ فِيهِ، وَيَوْمٌ بُعِثْتُ، أَوْ أُنْزِلَ عَلَيَّ فِيهِ".

یہ وہ دن ہے جس میں میں پیدائش ہوئی، اور اسی روز میری بعثت ہوئی، یا اسی دن مجھ پر قرآن کا نزول ہوا۔

چنانچہ میلادی حضرات اس سے بیجا استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تو ہمیں بھی نبی ﷺ کی پیدائش کا جشن منانا چاہیے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ پیر کے دن کا روزہ رکھنا مسنون ہے اور اس کی فضیلت ثابت ہے، اور سارا سال یہ روزہ رکھا جا سکتا ہے، اس کا کوئی خاص وقت نہیں ہے، اور جو چیز مشروع ہے- یعنی روزہ رکھنا- اس کو اس پر قیاس کرنا جو غیر مشروع ہے- یعنی میلاد منانا- نہایت غلط اور فاسد قیاس ہے۔

نبی ﷺ نے پیر اور جمعرات کے دن روزے کی حکمت یہ بیان کی کہ:

"تُعْرَضُ الأعمالُ يومَ الاثنينِ والخميسِ، فأُحِبُّ أن يُعْرَضَ عملي وأنا صائمٌ".

بندوں کے اعمال ہر پیر اور جمعرات کو اللہ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ میرے اعمال پیش کیے جائیں تو میں روزے سے ہوں۔

[سنن الترمذی: ۷۴۷، سنن النسائی: ۲۳۵۸، سنن ابن ماجہ: ۱۷۴۰، وصححہ الألبانی]

○○○○

محبت رسول ﷺ اور اس کے شرعی تقاضے

ایک اور اہم بات یہ ہے کہ نبی ﷺ کی محبت دین کے عظیم ترین اصولوں میں سے ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قُلْ إِن كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾[التوبۃ:۲۴]

آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے لڑکے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے قبیلے اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور وہ تجارت جس کی کمی سے تم ڈرتے ہو اور وہ حویلیاں جنہیں تم پسند کرتے ہو اگر یہ تمہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد سے بھی زیادہ عزیز ہیں، تو تم انتظار کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنا عذاب لے آئے۔ اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اسی طرح نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

"مَا مِنْ مُؤْمِنٍ إِلَّا وَأَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ".

کوئی اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے لیے اس کی جان سے زیادہ عزیز نہ ہوں۔ چاہو تو تم قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ پڑھ لو:

﴿النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ ۖ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ﴾[الأحزاب:٦]

پیغمبر مومنوں پر خود ان سے بھی زیادہ حق رکھنے والے ہیں اور پیغمبر کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔ [صحیح البخاری:۴۷۸۱، صحیح مسلم:۱۶۱۹]

اسی طرح ایک اور جگہ پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”أَنَا أَوْلَى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ“.

میں ہر مومن کے لئے اس کی اپنی ذات سے بھی قریب تر ہوں۔[صحیح مسلم:۸۶۷]

نیز ایک اور جگہ پر آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

”فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لاَ يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ“.

قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم میں سے کوئی بھی مومن نہیں ہوسکتا تا آنکہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور اس کی اولاد سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔[صحیح بخاری:۱۴،صحیح مسلم:۴۴]

اور جب عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے کہا:

”لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا مِنْ نَفْسِي“.

آپ میری جان کے علاوہ مجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں۔

تو نبی ﷺ نے فرمایا:

”لَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ“.

نہیں نہیں، مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! (ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا) جب تک میری ذات تمہیں اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز نہ ہو۔

چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی اصلاح کرتے ہوئے کہا:

” فَإِنَّهُ الْآنَ وَاللَّهِ لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي“.

اللہ کی قسم! اب آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔

تو اس پر آپ ﷺ نے مہر ثبت کرتے ہوئے فرمایا کہ:

”الْآنَ يَا عُمَرُ“. اے عمر! اب (تیرا ایمان مکمل ہوا ہے)۔[صحیح بخاری:۶۶۳۲]

معلوم ہوا کہ نبی ﷺ سے محبت شرعاً واجب ہے اور دین کے عظیم اصولوں میں سے ایک اصل ہے۔لیکن اس محبت کی سچائی کا ثبوت یہ ہے کہ انسان نبی ﷺ کے ساتھ ادب سے پیش آئے اور ان کے آگے کوئی چیز مقدم نہ کرے، آپ ﷺ کی سنتوں اور ہدایتوں پر عمل پیرا ہو۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی اور اپنے نبی ﷺ کی محبت عطا فرمائے، اور ہمیں اتباع کی توفیق دے اور بدعات سے بچائے، بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

وصَلّى الله وسلم على نبيِّنا محمد صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آله وَسَلَّمَ.

○○○○

[یہ رسالہ علامہ محمد بن سعید رسلان مصری حفظہ اللہ کے تفریغ شدہ ایک خطاب کا اردو ترجمہ ہے، جو شیخ کی ویب سائٹ پر "الاحتفال بالمولد النبوي" کے عنوان سے تحریری شکل میں موجود ہے۔افادۂ عام کی غرض سے اردو داں طبقہ کے لئے اسے پیش کیا جا رہا ہے۔مترجم]

https//:www.rslan.com/tafre31/Mawoled.php